تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۷ تا ۱۳ ستمبر ۲۰۰۰ء (۸ تا ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ) — مدیر : حافظ عاکف سعید

اسلام کا حقیقی مفہوم؟

جو لوگ حقیقتاً مسلمان بننا چاہتے ہیں' ان کو اس بات سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ وہ محض عقیدے یا محض مراسم عبودیت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے ہیں' صرف ان باتوں سے لوگ حقیقی مسلمان نہیں بن جاتے' جب تک کہ وہ اللہ وحدہ کو اپنا حاکم تصور نہ کریں۔ یعنی وہ اللہ کو ایک سمجھے' اس کی عبادت بجالانے اور اسے الٰہ سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کی حاکمیت کا اقرار بھی کریں۔ اس کے احکام' اس کے قوانین' اس کی مقرر کردہ اقدار کو تسلیم کریں۔ صرف یہی حقیقی اسلام ہے۔ اور یہی اسلام کلمہ شہادت میں بیان ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یہی مفہوم ہے اور یہی مفہوم اسلامی عقائد اور اسلامی معاشرے میں معروف اور معتبر ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگ جو اس مفہوم کے اعتبار سے کلمہ کا اقرار کریں وہ ایک اجتماعی شکل میں منظم اور متحرک ہوں' ان کی اپنی مسلم قیادت ہو اور وہ تمام جاہلی آلودگیوں سے اس طرح نکل کر باہر آجائیں جس طرح مکھن سے بال نکل آتا ہے۔ لہٰذا ایسے مخلص لوگ جو فی الحقیقت اسلام چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ پہلے وہ اسلام کی ماہیت کے بارے میں اپنے ذہنوں سے غلط فہمی دور کریں اور یہ معلوم کر لیں کہ جن لوگوں کو وہ مشرکین عرب کہتے ہیں وہ بھی اللہ کی ذات کو مانتے تھے۔ ان کا اصلی شرک' شرک فی الحاکمیت تھا' اعتقادی نہ تھا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب عام مخلص مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام کی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھیں تو پھر وہ لوگ جو اقامت دین کا کام کرتے ہیں اور عالم واقعہ میں اسلامی نظام زندگی اور اللہ کی حاکمیت کا احیاء چاہتے ہیں ان پر تو فرض ہے کہ اس حقیقت کو نہایت واضح طور پر اس کی گہرائی تک سمجھیں۔ اور اس بارے میں وہ کوئی مجمل بات نہ کریں۔ لوگوں کو دو ٹوک انداز میں اور واضح طور پر بتا دیں کہ حقیقی اسلام یہ ہے۔ یہ ان کے کام کا نقطہ آغاز ہے۔ اگر کوئی تحریک اس سے ادنیٰ انحراف بھی کرے گی تو وہ گمراہ ہو جائے گی اور وہ غلط اساسوں پر تعمیر شروع کر دے گی۔ اگرچہ اس کے رکن مخلص ہوں اور تحریک خود عظیم جدوجہد کرنے والی ہو۔

(سید قطب شہید کی تفسیر "فی ظلال القرآن" سے اقتباس)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2
☆ امیر محترم کا خطابِ جمعہ 3
☆ بساط عالم 5
☆ احوال وطن 6
☆ تعلیم و تعلم 7
☆ کاروان خلافت 9
☆ خواب عظمت رفتہ (نظم) 12
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر:
فرقان دانش خان

معاونین:
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت:
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

شمارہ : 35

قیمت : 3 روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

عسکری قیادت اور خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں؟

اعلیٰ عسکری قیادت میں گزشتہ ہفتے زبردست تبدیلیاں کی گئیں ہیں۔ ان میں سے اہم ترین تبدیلی جنرل عزیز کو چیف آف جنرل سٹاف کے عہدہ سے تبدیل کر کے لاہور کا کور کمانڈر بنانا ہے۔ ان کی جگہ ملتان کے کور کمانڈر جنرل یوسف کو لگایا گیا ہے۔ ایک اور اہم تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ جنرل امجد کی جگہ لاہور کے کور کمانڈر جنرل خالد مقبول کو نیب کا چیئرمین بنایا گیا ہے' جبکہ جنرل امجد دوبارہ فیلڈ کمانڈر بنادیئے گئے ہیں۔ ان تبدیلیوں سے اگرچہ وہ افواہیں دم توڑ گئیں جو فوج کے جرنیلوں کے مابین کشمکش کے حوالہ سے بہت گرم تھیں اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ فوجی حکومت میں طاقت کا اصل منبع اور مرکز جنرل مشرف ہی ہیں' البتہ اب یہ قیاس آرائیاں زوروں پر ہیں کہ ان تبدیلیوں کا اصل محرک کیا ہے اور وہ چیف ایگزیکٹو کے امریکہ جانے سے چند دن پہلے کیوں کی گئی ہیں سوال یہ ہے کہ جنرل عزیز جنہوں نے جنرل مشرف کی غیر موجودگی میں وقت کی حکومت کے خلاف کامیاب اپریشن کر کے جنرل مشرف کے اقتدار کا راستہ ہموار کیا تھا اور جنہیں جنرل مشرف کا قرب اور اعتماد حاصل تھا انہیں طاقت کے مرکز سے نکال کر ایک کور کمانڈ کیوں دی گئی ہے؟ بعض تجزیہ نگاروں کی رائے میں امریکہ جانے سے پہلے امریکہ کو کچھ مثبت سگنل دینے مقصود تھے۔ مثلاً یہ کہ جنرل مشرف کا اقتدار پر مکمل کنٹرول ہے اور وہ طاقتور ترین جرنیل کو بھی جب چاہیں اور جہاں چاہیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس تبدیلی میں امریکہ کیلئے یہ سگنل بھی موجود ہے کہ جنرل مشرف مذہبی ذہن کے لوگوں کو اپنے سے دور کر رہے ہیں۔ جنرل عزیز کو کارگل پلان کا موجد اور پلانر سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں کشمیر اور بھارت سے تعلق کے حوالہ سے بھی انہیں سخت گیر جرنیل سمجھا جاتا ہے' لہٰذا انہیں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس کے بالکل برعکس ایک رائے یہ بھی ہے کہ جنرل عزیز اب بھی مشرف کو عزیز ترین ہیں۔ کل کلاں ایک فل ٹائم چیف آف آرمی سٹاف کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور چیف کیلئے ضروری ہے کہ اسے کسی کور کو کمانڈ کرنے کا تجربہ ہو' جبکہ جنرل عزیز نے ابھی تک کسی کور کی کمانڈ نہیں کی تھی لہٰذا اہم ترین منصب کیلئے اپنے اہم ترین اور قریبی ساتھی کو تیار کیا جائے۔ ایک رائے یہ ہے کہ بلدیاتی انتخابات سر پر ہیں' پنجاب اور خصوصاً لاہور مقبولیت کے حوالہ سے نواز شریف کے گڑھ سمجھے جاتے ہیں لہٰذا جنرل عزیز کا لاہور میں اس لئے تقرر کیا گیا ہے کہ وہ بروقت اس بات کا توڑ کر سکیں کہ نواز شریف کے حمایتی اہم نشستیں حاصل نہ کر سکیں۔

ان تبدیلیوں کے بارے میں اصل حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو شے واضح طور پر نظر آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ حکومت بڑی آہستگی سے اپنی خارجہ پالیسی میں تبدیلی لا رہی ہے' حکومت چین سے تعلقات میں سرد مہری ختم کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوئی ہے اور امریکہ کی حال ہی میں چیخ و پکار بلاوجہ نہیں۔ چین دفاعی میدان میں پاکستان کی مدد کر رہا ہے۔ بڑی تبدیلی یہ محسوس ہو رہی ہے کہ حکومت پاکستان روس سے تعلقات بہتر کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے' افتخار مرشد کو روس میں پاکستان کا سفیر مقرر کرنا اس کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں آئی ایس آئی کے چیف جنرل محمود نے حال ہی میں روس کا دورہ کیا ہے اور وہاں اپنے کاونٹرپارٹ سے بڑے مفید اور بامقصد مذاکرات کئے ہیں۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ وہاں انہوں نے روسی حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ روس کے صدر پوٹین سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں' اگرچہ ان کی یہ درخواست مسترد کر دی گئی لیکن وہاں اعلیٰ حکام کو جس احسن طریقے سے انہوں نے پاکستان کا نقطہ نظر پیش کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے ماہ روس کا ایک خصوصی سفیر پاکستان کا دورہ کر رہا ہے اور بات اگر آگے بڑھی تو دسمبر میں وزیر خارجہ عبدالستار روس کا دورہ کریں گے۔

امریکہ کے صدر کلنٹن نے ہندوستان ٹائمز کو ایک مفصل انٹرویو دیتے ہوئے پاکستان کے بارے میں جو خیر کے کلمات کہے ہیں اور عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف نے یک لخت ڈھائی ارب ڈالر کی امداد ملنے کی باتیں شروع کی ہیں تو اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو ہم نے امریکہ کے لٹیرے بڑے مطالبات میں سے کسی مطالبے کو مان لینے کی یقین دہانی کرائی ہے خصوصاً ایٹمی صلاحیت کے حوالہ سے یا امریکہ پاکستان کے چین اور روس کی طرف بڑھنے پر [illegible] اور اس نے امداد کا دانہ پھینکا ہے۔ غالب امکان یہی ہے کہ پاکستان کا [illegible] طرف بڑھنا وجہ بنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۵۳ سال سے ہماری حکومتیں اپنی جغرافیائی اہمیت کا احساس ہی نہ کر سکیں۔ امریکہ یہ کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ بھارت پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹا دے یہ قدم امریکی مفادات کے انتہائی خلاف ہے۔ پاکستان اگر خدانخواستہ ختم ہو جائے تو کل کلاں بھارت چین اور روس اگر اس علاقے میں امریکہ کے خلاف متحد ہو جائیں تو امریکہ ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور امریکہ کا دنیا کے ایک بڑے حصے سے جہاں اربوں انسان بستے ہیں دیس نکالا ہو جائے گا۔ البتہ امریکہ کی یہ خواہش رہی ہے اور رہے گی کہ پاکستان دفاعی اور خصوصاً اقتصادی لحاظ سے ایک کمزور ملک ہو تاکہ امریکہ ہر وقت اس پوزیشن میں ہو کہ وہ پاکستان سے اپنے جائز و ناجائز مطالبات تسلیم کروا سکے۔ اگر ماضی میں پاکستان کی حکومتوں نے روس کے ساتھ اچھے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوتے تو بھارت کبھی امریکہ کو بلیک میل نہ کر سکتا وہ یعنی بھارت امریکہ کو سویت یونین سے تعلقات اور دوستی کا ہوا دکھا دکھا کر مفادات حاصل کرتا رہا اور امریکہ کا یہ حال رہا کہ وہ زبانی کلامی پاکستان سے دوستی کا دم بھرتا رہا اور امداد کے نام پر قرضوں کی بھرمار سے ہمارا منہ بند کرتا رہا اور محبت کی پینگیں بھارت سے بڑھاتا رہا۔ اپنی خارجہ پالیسی میں ایک اور تبدیلی کی ضرورت ہے ہمیں بھارت سے تنازعات نبٹانے میں امریکہ کو ٹانگ اڑانے کی دعوت نہیں دینی چاہئے۔ اگر ہم غیر جذباتی اور حقیقت پسندانہ انداز میں ماضی میں جھانکیں اور معاملات کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ امریکہ نے ہمیشہ پاک بھارت اختلافات کو ہوا دی اور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں امریکہ کی دو طرفہ بلہ شیری محسوس ہوتی ہے' البتہ جب سے دونوں ممالک ایٹمی قوت سے لیس ہوئے ہیں امریکہ دونوں کے درمیان کسی باقاعدہ جنگ کا حامی نہیں رہا لیکن پاک بھارت اختلافات کا کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہنا امریکی مفادات کے عین مطابق ہوگا تاکہ علاقے کے ممالک میں کوئی وسیع پیمانے پر اتحاد نہ ہو سکے۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

قیام پاکستان کے مخالف علماء

کے مؤقف کا جائزہ اور منصفانہ تجزیہ

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے یکم ستمبر ۲۰۰۰ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

جب یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے قیام کی بنیاد صرف اور صرف اسلام تھی تو ذہنوں میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر تحریک پاکستان کا اسلام کے ساتھ اتنا گہرا رشتہ تھا تو پھر بعض بڑی دینی شخصیتوں یا دینی جماعتوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کیوں کی تھی؟ ان میں مولانا ابوالکلام آزادی جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کا نام بھی آتا ہے۔ تقویٰ و تدین کے اعتبار سے مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسی عظیم شخصیت کا بھی ان افراد میں شامل تھی۔ اسی طرح جمیعت علمائے ہند جیسی مضبوط اور طاقتور جماعت جس کا دائرہ کار پورے ہند میں پھیلا ہوا تھا اور پنجاب میں مجلس احرار اسلام جیسی عوامی جماعتیں بھی قیام پاکستان کی مخالف تھیں۔ چنانچہ اس پس منظر میں یہ سوال کچھ غلط بھی نہیں کہ آخر یہ سب پاکستان کے کیوں مخالف تھے؟ ان کا مؤقف کیا تھا؟ ان کے دلائل کیا تھے؟ کیا وجہ ہوئی کہ عام مسلمانوں نے ان حضرات کے بجائے قائداعظم اور مسلم لیگ کے مؤقف کو قبول کرنا پسند کیا؟

یہ موضوع بڑا حساس ہے' کیونکہ عموماً ہمارا معاملہ یہ ہے کہ جن سے محبت یا عقیدت ہوتی ہے ان پر کوئی تنقید برداشت نہیں کرسکتے۔ یا جن سے ہمیں اختلاف ہو جائے ان کے بارے میں ہم کوئی کلمہ خیر سننے کو تیار نہیں ہوتے یا ان کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان میں کوئی خوبی بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ تمام تر خوبیوں اور عظمتوں کے باوجود یہ شخصیات انسان تھیں اور از روئے حدیث انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ البتہ ہمیں کسی بھی صورت ان کے ادب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

قیام پاکستان کے مخالف علماء کے مؤقف کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینے یا ان کے مؤقف کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہندوستان میں اسلام کی آمد کا ایک تاریخی نقشہ ذہن میں تازہ کرلیا جائے۔

ہندوستان میں اسلام تابعین کے دور میں بڑے زور دار انداز میں بذریعہ سندھ داخل ہوا۔ یہ وہ دور تھا جب اسلام میں فرقے' فقہی مسالک یا صوفیائے کرام کے سلسلے وجود میں نہ آئے تھے اور اسلام ابھی عجمی فلسفوں کے اثرات سے بھی محفوظ تھا۔ چنانچہ تابعین کے دور یعنی ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور اس خطے میں

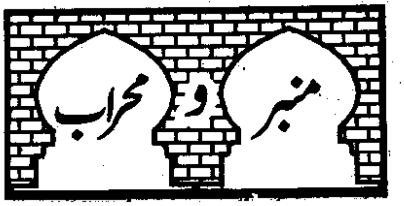

اسلام کو روشناس کرایا۔ اس دور میں موجودہ پاکستان کا تقریباً سارا علاقہ اسلام کے زیر اثر آچکا تھا۔ تاہم یہ دور جلد ہی ختم ہوگیا۔ اس کے بعد اسلام جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں میں مسلمان تاجروں کے ذریعے پہنچا۔ لیکن یہاں کوئی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ البتہ آہستہ آہستہ اسلام پھیلتا رہا۔ قوت کے ساتھ اسلام 250 برس کے بعد 81-980ء میں محمود غزنوی کے دور میں آیا۔ اس دور میں بھی موجودہ پاکستان اور شمالی پنجاب کا بڑا حصہ دارالاسلام بن چکا تھا۔ تین سو برس تک اسلام اسی علاقے تک محدود رہا۔ 1206ء میں قطب الدین ایبک نے تخت دہلی پر قبضہ کیا۔ جس کے بعد ساڑھے چھ سو برس تک مختلف خاندان دہلی پر حاکم رہے۔ اسی دور میں صوفیائے کرام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس دور میں سب سے بہترین دور خاندان غلاماں کا تھا۔ تخت دہلی پر مسلمانوں کے دور حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصے میں خاندان غلاماں' خلجی' تغلق' خاندانِ سادات اور لودھی حاکم رہے۔ 1526ء میں ظہیرالدین بابر نے مغلوں کی حکومت قائم کی جو 1857ء تک قائم رہی۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں مغلوں کی حکومت کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ مرکزی حکومت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ نواب' مہاراجے' مختلف علاقوں پر قابض تھے۔ اسی دور میں انگریز نے بھی یہاں قدم جمانا شروع کردئے تھے۔ 1757ء میں جنگ پلاسی کی فتح کے بعد تو گویا انگریز بھی اقتدار میں حصہ دار بن گئے۔ اس کے علاوہ جنوبی اور وسطی ہند پر مرہٹے قابض تھے۔ وہ بڑی مضبوط قوت تھی اور اسلام کو ختم کرنے کے درپے تھی۔ اورنگزیب مسلسل 25 سال تک ان سے برسرپیکار رہا اور کسی حد تک ان کی قوت کو کچل ڈالا لیکن اس کے بعد وہ فوراً پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے احمد شاہ ابدالی کو ان کی سرکوبی کے لئے پکارا چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے دوبارہ ان کی کمر توڑی۔ آج ہندوستان میں آر ایس ایس والے ان مرہٹوں ہی کے وارث ہیں جو بھارت سے اسلام کا نام و نشان مٹانے کے خواہشمند ہیں۔ بہرحال مرہٹوں کے کچھ عرصہ بعد سکھ قوت ابھری۔ اٹھارویں صدی کا آخری واقعہ ٹیپو سلطان کی شہادت تھی۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو ایک طویل عرصہ تک روکے رکھا۔ 1799-1798ء میں ٹیپو سلطان بھی نہ رہے اور جنوبی ہند بھی انگریزوں کے زیر اثر آگیا۔

انیسویں صدی میں سید احمد بریلوی شہید نے ہندوستان میں خالص اسلامی بنیادوں پر جہاد شروع کیا۔ انہوں نے پہلے دعوت' تربیت' تنظیم اور بیعت کی بنیاد پر جماعت بنائی اور جہاد کیا۔ ان کے پیش نظر ہندوستان کو دوبارہ دارالاسلام بنانا تھا۔ 1831ء میں سید صاحب نے بالاکوٹ کے مقام پر جام شہادت نوش کیا۔ اگرچہ سید صاحب نے اولاً سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا تھا۔ لیکن سکھوں سے نپٹنے کے بعد وہ انگریزوں کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے۔ اس اعتبار سے انگریزوں کو نکالنے کی یہ خالص اسلامی کوشش تھی جو بدقسمتی سے کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد دوسری کوشش 1857ء میں ہوئی۔ یہ ہندو مسلم متحدہ کوشش تھی۔ مگر یہ کوشش بھی ناکام ہوئی۔ تاہم اس آخری کوشش میں ناکامی کے بعد ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کے تحت آگیا۔ برطانیہ کے زیر اثر ہندوستان میں اب تلوار کے بجائے قلم کی حکومت کا دور آگیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو اپنی عددی اکثریت کے بل پر ہر میدان میں چھاگئے اور مسلمان جو کبھی ہندوستان پر حاکم تھے' بہت پیچھے رہ گئے۔

انگریزوں کی طرف سے ہندوؤں کی پذیرائی اور مسلمانوں کے زوال کے اسباب یہ تھے کہ انگریز کی آمد پر

مسلمانوں کا رد عمل کچھ اور تھا ہندوؤں کا کچھ اور۔ مسلمان حاکم سے محکوم بن گئے تھے۔ وہ انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے تھے' جبکہ انگریز کو بھی مسلمانوں سے خوف تھا کہ چونکہ ہم نے حکومت ان سے چھینی ہے اس لئے یہ کبھی بھی ہمارے وفادار نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا انگریز نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹایا اور ہندوؤں کو آگے بڑھایا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ہندو صرف ہندوستان میں تھا جبکہ مسلمان عالمی برادری تھے۔ انگریز جس کی حکومت دنیا کے ایک بڑے حصے پر قائم تھی اور بیشتر اسلامی ممالک اس کے زیر نگین تھے' اسے نظر آرہا تھا کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہندوستان کے مسلمان ان کی حمایت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس خدشے کے پیش نظر بھی اس نے یہاں مسلمانوں کو دبایا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ ہندو نے بڑی جلدی اپنے کلچر کو چھوڑ کر انگریزی کلچر کو اپنا لیا جبکہ مسلمانوں نے انگریزی حکومت اور ان کی ثقافت کا مکمل بائیکاٹ کیا جس کے باعث مسلمان پیچھے رہ گئے۔

ان حالات میں سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان دو دھاروں میں بٹ گئے۔ ایک وہ مسلمان تھے جنہوں نے سرسید کی بات کو درست سمجھا اور آگے آئے۔ دوسرا طبقہ علمائے کرام کا تھا جنہوں نے خود کو قال اللہ و قال الرسولؐ تک محدود کر لیا اور اپنے آپ کو زمانے کے اثرات سے محفوظ کرنے کے لئے مدرسوں میں بند کر لیا۔ جب تک تلوار کی حکمرانی تھی ہندو مسلمانوں سے دب کر رہا لیکن جیسے ہی تلوار کا دور ختم ہوا ہندو کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا اور اس کے ساتھ ہی ہندوؤں میں اپنے مذہب کو زندہ کرنے اور مسلمانوں سے ہزار سالہ شکست کا بدلہ لینے کا جذبہ بھی ابھرا۔ ادھر مسلمانوں کو بھی خوف لاحق ہو گیا کہ اگر ہندو اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو انگریز کے جانے کے بعد یہ ہمیں ہر میدان میں دبائے گا اور ہمارے لئے اپنے دین پر قائم رہنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ یہی خوف آگے چل کر تحریک پاکستان کی بنیاد بنا۔

بیسویں صدی میں عظیم ترین شخصیت اور چودھویں صدی کے مجدد اعظم شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اسیر مالٹا نے ایک بار پھر ہندوؤں اور مسلمانوں کو ملا کر انگریز کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی۔ جس کی پاداش میں انہیں مالٹا میں قید کر دیا گیا۔ شیخ الہند کے بعد سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین بنے۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہم پہلے ہندو کے ساتھ مل کر انگریز کو یہاں سے نکال باہر کریں بعد میں ہندو سے بھی نپٹ لیں گے۔ دراصل علماء کرام کے اس طبقے کی طرف سے قیام پاکستان کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ہندوؤں کے عزائم کا درست اندازہ نہیں تھا' کیونکہ علماء کرام نے خود کو مدارس تک محدود کر لیا تھا۔ جس کے باعث انہیں معاشی میدان میں ہندو سے کسی مسابقت کا سامنا نہ تھا' اس لئے ہندو کے کیا عزائم ہیں؟ علمائے کرام اس کا اندازہ نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کو معاشی میدان میں بھی اور سرکاری ملازمتوں میں قدم قدم پر ہندو کی متعصبانہ ذہنیت کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس معاملے میں علمائے کرام کے بجائے مسلم لیگ کے علیحدہ ملک کے قیام کے موقف کی بھرپور حمایت کی جس کے نتیجے میں پاکستان قائم ہو گیا۔

یہ محض رائے کا اختلاف تھا ورنہ ان علماء کا خلوص و اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھا' یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک موقع پر کہا تھا کہ پاکستان کی عزت سے اسلام کی عزت وابستہ ہے اور اب اس کو مستحکم کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قیام پاکستان کے بعد اپنے ایک خطاب کے دوران پاکستان کو مسجد سے تشبیہہ دیتے ہوئے اس کی حفاظت کو ایمان کا تقاضا قرار دیا تھا۔

ویسے بھی ہمارا دین ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس لئے قیام پاکستان کے حوالے سے علماء کرام اور مسلمانوں کا یہ اختلاف کوئی گناہ نہیں تھا۔ لیکن ہم لوگ جنہوں نے علیحدہ ملک کے قیام کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ اس ملک میں اسلام نافذ نہ کر کے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کے عظیم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ ہم نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اے اللہ تو ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کی دہری غلامی سے نجات دلا دے اور ہمیں ایک علیحدہ خطہ عطا کر دے جہاں ہم تیرے دین کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ ہم اپنے اس وعدہ میں خیانت کا ارتکاب کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کا دولخت ہونا اسی وعدہ خلافی پر ہماری سزا تھی تاکہ ہم سنبھل جائیں۔ اگر ہم نے اب بھی اپنی روش ترک نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ ۱۹۷۱ء جیسی کوئی اور سزا ہمیں بھگتنا پڑے جس کے آثار بھارت کے حالیہ عزائم سے صاف نظر آرہے ہیں۔

KHALID TRADERS
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE
NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS
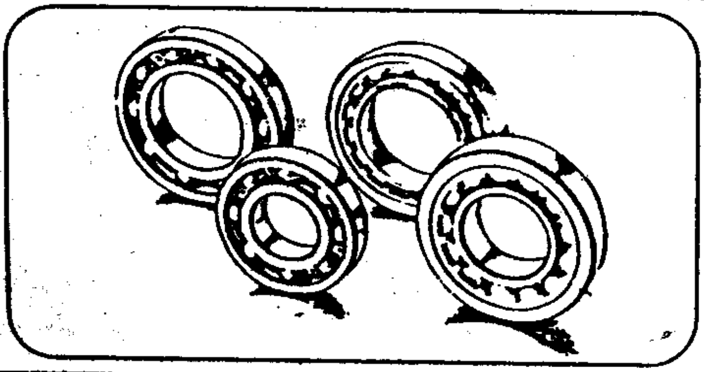
PLEASE CONTACT
Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box#. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com
FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan) Tel : 7723358-7721172
LAHORE : 5 -Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918
GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607
WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

امریکہ میں "پاکستان' افغانستان اور اسامہ بن لادن" دہشت گرد کے مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں

کیا ناگاساکی اور ہیروشیما کی تباہی دہشت گردی کے زمرے میں نہیں آتی؟

مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے کی امریکی مہم

تحریر: رعنا شیخ خان

چند دن پہلے نیویارک ٹائمز نے پاکستان' افغانستان' اسامہ بن لادن اور دہشت گردی کے حوالے سے اداریہ لکھا۔۔۔۔ اس اداریئے میں امریکی حکومت کو یہ تجویز دی گئی ہے کہ ان دونوں ممالک اور اسامہ بن لادن کو دہشت گردی سے باز رکھنے کے لئے تمام تر سفارتی اور اقتصادی دباؤ کو بروئے کار لایا جائے۔ ویسے ہمیں یقین ہے کہ واشنگٹن کے کرتا دھرتا سفارتی اور اقتصادی دباؤ کی تجویز میں طاقت کا عنصر بھی شامل کرلیں گے۔

نیویارک ٹائمز امریکہ کا ایک کثیرالاشاعت اور چھپتا اخبار ہے جو کہ امریکی رائے عامہ بنانے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اخبار نے یہ حاشیہ آرائی بھی کی ہے کہ یہ دونوں ممالک اور اسامہ بن لادن مذہبی و نظریاتی شدت پسندی کا شکار ہیں۔ امریکی میڈیا ویسے تو ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا رہا ہے لیکن پچھلے دو سالوں سے یہ مہم بڑے منظم طریقے سے جاری ہے اور اب سکولوں کے بچے تک جان گئے ہیں کہ دہشت گرد کا مطلب ہے پاکستان' افغانستان اور اسامہ بن لادن!

امریکی حکومت کی یہ ہروقت کی راگنی ہے کہ اسامہ بن لادن بہت بڑے دہشت گرد ہیں' جو طالبان حکومت کی پناہ میں ہیں' طالبان حکومت کو حکومت پاکستان کی حمایت و سرپرستی حاصل ہے لہٰذا یہ ایک شخص اور دونوں ممالک مل کر معصوم امریکہ کا دن کا چین اور رات کی نیند حرام کئے ہوئے ہیں اور اب ان سے نمٹنا قومی سلامتی کے لئے اشد ضروری ہے۔ لہٰذا آج کل اس سلسلے میں دوبارہ تیزی آگئی ہے۔ ۲۹ جولائی ۲۰۰۰ء کی شب امریکی ٹیلی ویژن نے اپنے ۱۰ بدنام زمانہ مجرموں کی فہرست میں اسامہ بن لادن کو اول نمبر قرار دیتے ہوئے امریکی عوام کو خبردار کیا ہے کہ اس شخص کا ٹارگٹ اس وقت ہر امریکی ہے۔ ایسے امریکی شہروں کے نام بھی بتائے گئے جہاں اسامہ کے ساتھیوں کی موجودگی کا خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ اسامہ کی گرفتاری پر پانچ ملین ڈالر کے انعام کی پیش کش کی گئی ہے۔ یہ انعام اس وقت سے مقرر ہے جب سے اسامہ کو دہشت گرد کا ٹائٹل دیا گیا ہے۔

دوسری طرف پاکستان جو کہ امریکہ اور بھارت کی آنکھ کا شہتیر ہے' اس کی طرف سے اس وقت امریکہ کو یہ خطرہ بھی لاحق ہے کہ پاکستان کا ایٹم بم کہیں طالبان کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ امریکی اخبارات میں آئے دن یہ خبریں چھپتی ہیں کہ اس بم کا فارمولا کس طرح چوری کیا گیا۔ اس کے علاوہ مذہبی جہادی تحریکیں اور تنظیمیں دل ہلائے دے رہی ہیں۔ اب امریکہ کی پوری کوشش ہے کہ پاکستان کو اقتصادی طور پر اس قدر بدحال کردیا جائے کہ وہ اپنے اقتصادی پروگرام کو بہتر کرنے کے لئے اپنی ایٹمی صلاحیت امریکہ جیسے شاطر کے ہاتھوں بیچ دے!

امریکہ نے بہت ترقی کی ہے۔ پچھلے سال تک گیارہ سال کے بچے قتل کردیا کرتے تھے۔ اب یہ حد چھ سال ہو گئی ہے۔ امریکہ جو کہ زندگی کے ہر میدان میں نئے نئے ریکارڈ قائم کرتا ہے' اسی امریکہ کے ایک ایلیمنٹری اسکول میں ایک ۶ سالہ بچے نے اپنی ۶ سالہ کلاس فیلو کو گولی ماردی اور یوں امریکہ کی تاریخ میں کمسن قاتل کے باب کا اضافہ ہوا ہے۔ اگر امریکہ نے اسی رفتار سے ترقی جاری رکھی تو ضروری ہو جائے گا کہ والدین ۳ سال کے بچے کو پستول چلانی سکھائیں۔

امریکہ دنیا کے کتنے ملکوں کو دہشت گرد کہتا ہے' ان کا حقہ پانی بند کرتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ آج امریکی آبادی کا ایک بڑا حصہ دہشت گردی میں مبتلا ہے۔

امریکہ جو ۴ جولائی ۲۰۰۰ء کو ۲۲۴ سال کا ہوگیا ہے' صرف "اپنا مفاد" سوچتا ہے۔ امریکہ اپنے لئے تو حقوق انسانی کے تحفظ کی بات کرتا ہے لیکن آئرلینڈ' کشمیر' فلسطین' بوسنیا اور چیچنیا میں حقوق انسانی کی خلاف ورزی اس دہشت گرد کو نظر نہیں آتی۔

"JUST SAY -NO TO DRUGS!"

(بس منشیات کو "نہ" کہہ دیجئے)! کا نعرہ لگانے والا یہ دہشت گرد ترقی پذیر ممالک میں منشیات پھیلانے میں اول نمبر پر ہے۔ تاریخ کا سب سے پہلا بم بھی ۱۸۴۶ء میں ریاستہائے دہشت گردانِ امریکہ نے گرایا تھا' اس وقت ہوائی جہاز کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ یہ بارودی بم غبارے کے ساتھ اڑا کر میکسیکو کو ناکردہ جرم کی سزا دی گئی تھی اور پھر ۱۹۴۵ء میں ہیروشیما اور ناگاساگی کی تباہی تو ہے ہی امریکہ کی تاریخ کا ایک سیاہ باب۔

تقریباً ۴۰۰۰ سال پہلے شداد ابن عاد نے وادی القریٰ میں ایک جنت نظیر شہر بنا کر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ شداد کہا کرتا تھا کہ لوگو! آؤ دیکھو میری قوت وشوکت! آج کا شداد ابن عاد امریکہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ یہ دنیا کی عظیم ترین اور تاریخ کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور جدت پسند تہذیب ہے۔ یہی دعویٰ عاد و ثمود کا بھی تھا اور فرعون و نمرود کا بھی۔

۳۵۰۰ سال پہلے فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہوگیا تھا۔ ۱۸۹۸ء میں مصر میں فرعون کی لاش دریافت ہوئی جو آج بھی قاہرہ کے عجائب خانے میں محفوظ ہے' ۱۹۷۵ء میں لاش کے مکمل طبی معائنے نے یہ ثابت کردیا کہ یہ شخص دہشت کے عالم میں پانی میں غرق ہونے سے مرا تھا۔ قرآن میں ہے:

"آج ہم تجھے تیرے جسم میں بچالیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لئے عبرت ہو"۔ (یونس)

آج کا دہشت گرد امریکہ بھی دہشت میں مبتلا ہے۔ کہیں یہ مکافات عمل تو نہیں؟ یا تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے؟ یہ وہی دہشت ہے جو کفر کو حق سے لاحق ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ عرصے بعد مورخ کا قلم کچھ اس طرح لکھے "اجڑے ہوئے ایئرپورٹ' گرے ہوئے کھمبے' زنگ آلود ریلوے لائن' اجاڑ گیس اسٹیشن' دیمک خوردہ لکڑی کے زمین بوس گھر' آسمان سے باتیں کرتی عمارتوں کے ڈھانچے' شکستہ ستون' یہ کھنڈرات جو آپ دیکھ رہے ہیں یہاں اپنے وقت کا سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ آباد تھا۔

قومی اتحاد ـــــ وقت کی اہم ضرورت!

تحریر: محمد سمیع' کراچی

۱۴/اگست کے دن معروف دینی دانشور ڈاکٹر اسرار احمد نے ہوٹل شیرٹن کراچی میں پاکستان کے قیام کی اساس اور اس کے قیام کی بنیاد پر خالصتاً معروضی انداز انداز میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا اگر ہندوستان ایک وحدت کی صورت میں آزاد ہوتا تو پارلیمانی نظام جمہوریت کی موجودگی میں' جس کی بنیاد One man'one Vote پر ہے' ہندوؤں کا مسلمانوں پر غلبہ ہو جاتا جس سے ان کے دین و شریعت اور تہذیب و تمدن کو خطرہ لاحق ہو جاتا تاہم یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور یہاں پر بسنے والے لوگوں کو جمع کرنے والی واحد طاقت Binding Force اسلام ہے۔ پاکستان کا استحکام اور اس کی بقاء کا دارومدار بھی اسلام پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی باتیں بجا ہیں کیونکہ اسلام سے دور ہونے کی وجہ سے اپنے قیام کی نصف صدی میں مملکت خداداد نہ صرف دولخت ہو چکی ہے بلکہ باقی ماندہ پاکستان میں لسانی' علاقائی حتیٰ کہ مذہبی تفریق کی وحدت نے پوری قوم کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔ مجھے اس موقع پر سقوط ڈھاکہ سے قبل کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ ڈھاکہ کے مشہور ہوٹل چوچن چو کی ایک میز کے گرد مشہور دانشور جمیل الدین عالی صاحب اور راشا ئل ہاؤس کے منظور صاحب چند ایک احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ گفتگو کا موضوع یہ تھا کہ مشرقی و مغربی پاکستان کو متحد رکھنے والی قوت کون سی ہے۔ اب مجھے یاد نہیں کہ ان میں کس نے کیا کہا البتہ ایک رائے یہ تھی کہ یہ قوت اسلام ہی ہے تو دوسرے صاحب کہنے لگے کہ اب تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ قوت صرف "پی آئی اے" (پاکستان کی ہوائی سروس) ہے جس نے مشرقی و مغربی بازو کو یکجا کر رکھا ہے۔ یہ بات تو برسبیل تذکرہ آ گئی۔ اصل میں غور یہ کرنا پڑے گا کہ آج ہمیں جن حالات کا سامنا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ تحریک پاکستان کوئی دینی تحریک نہ تھی بلکہ اصلاً یہ مسلمانوں کی ایک قومی تحریک تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک پاکستان کے نتیجے میں مسلمانوں نے اپنے تمام تر اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک "مسلم قومیت" کی شکل اختیار کر لی تھی لیکن پھر بتدریج یہ اپنی پرانی پوزیشن پر آ گئے یعنی مسلم قومیت بنگالی' پنجابی' سندھی' پٹھان اور بلوچ حتیٰ کہ مہاجر قومیت میں بٹ گئی۔ اب ان میں سے ہر ایک کی یہ کوشش ہے کہ وہ آزاد اور خود مختار قوم بن جائے۔ بنگالی اس میں کامیاب ہو گئے کیونکہ وہ اسلام آباد سے ہزاروں میل دور تھے اور درمیان میں دشمن ملک موجود تھا۔ مسلم لیگ جس نے قیام پاکستان کو عملی صورت دی اور گذشتہ ترپن سال کے زیادہ سے زیادہ عرصے کے دوران کسی نہ کسی صورت میں اسی کی حکومت قائم رہی لہٰذا موجودہ صورتحال کے لئے سب سے بڑی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی ہے۔

قائداعظم کی دوربین نگاہوں کے سامنے آئندہ کی صورتحال واضح ہو چکی تھی جبھی تو انہوں نے اول دن ہی فرما دیا تھا کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ اس صورتحال کی دیگر وجوہات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ صورتحال کا مرثیہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ غور کیا جائے کہ مداوا ہو تو کیونکر ہو۔ مذکورہ بالا محفل میں سوال و جواب کی نشست کے دوران ایک سوال سامنے آیا جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو ارشاد فرمایا' اس پر غور کیا جائے تو یہ نکتہ لاینحل' حل ہو سکتا ہے۔ مذہبی فرقہ واریت کے حوالے سے سوال وہی تھا جو آج عوام کی عظیم اکثریت کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا تھا کہ آپ مختلف علماء کرام میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ ڈاکٹر صاحب کا جواب یہ تھا کہ یہ کام علماء کے طبقے کا ہی کوئی فرد کر سکتا ہے اور خود ان کی حیثیت معروف معنوں میں عالم دین کی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کسی مستند دارالعلوم سے فارغ التحصیل نہیں اور آج کل عالم دین لوگ اسے ہی قرار دیتے ہیں جس کے پاس کسی دارالعلوم کی سند موجود ہو۔ یہ اور بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب مدرس و مفکر قرآن صرف وطن عزیز میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں معروف ہیں۔ تاہم چونکہ وہ ان معنوں میں عالم دین نہیں لہٰذا علماء دین کے حلقے میں ان کی کوششوں کی پذیرائی بھی محال ہے۔ ماضی میں ایک ایسا واقعہ ان کے ساتھ پیش بھی آ چکا ہے۔ اپریل ۹۹ء میں میاں محمد نواز شریف کی حکومت نے فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے ان کی سربراہی میں علماء کی کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی میں علامہ ساجد نقوی' مولانا ضیاء الحق قاسمی' پروفیسر ساجد میر اور مولانا محمد رفیع عثمانی و دیگر اکابر علماء موجود تھے۔ حکومت کی ناعاقبت اندیشی تھی کہ اتنے بڑے بڑے علماء کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کو کمیٹی کا سربراہ مقرر کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ڈاکٹر صاحب کو دو ہفتے کے اندر ہی کمیٹی سے مستعفی ہونا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تقریب کے موقع پر یاد دلایا کہ ایک موقع پر جب مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع مرحوم نے پورے ملک کا دورہ کیا تھا' جن باتوں میں علماء پر اتفاق ہو سکتا ہے اس کی بنیادیں معین کی تھیں اور طے پایا تھا کہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

بی اے سال اول میں

داخلے جاری ہیں

بیرون لاہور طلبہ کے لیے ہاسٹل کی مناسب سہولت بھی موجود ہے

تفصیلات و پراسپکٹس کیلئے:

پرنسپل قرآن کالج' ۱۹۱۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5833637

قرآن کی نظر میں اصل علم کیا ہے؟

بشکریہ: ماہنامہ محدث لاہور

﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ "یقیناً اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں وہی ہیں جو علم رکھنے والے ہیں" اور ﴿ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ "کہو کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے یکساں ہو سکتے ہیں؟"

پہلی آیت جو سورۃ فاطر سے ماخوذ ہے' اپنے اندر وہی پیغام رکھتی ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک موقع پر دیا۔ لَیْسَ الْعِلْمُ عَنْ کَثْرَۃِ الْحَدِیْثِ وَلٰکِنَّ الْعِلْمَ عَنْ کَثْرَۃِ الْخَشْیَۃِ "علم رکھنے والا وہی ہے جو غیب میں رحمٰن سے ڈرے۔"

ان آیات و اقوال سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ آدمی خواہ قرآن' حدیث و فقہ کا کتنا ہی علم حاصل کرلے' لیکن اس کا اثر اگر اس کی زندگی پر نہیں ہے اور اللہ کا تقویٰ اور خوف اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوسکا ہے تو وہ جاہل ہے' اور جدید علوم مثلاً فلسفہ' سائنس' تاریخ اور ریاضی وغیرہ میں وہ کتنا ہی طاق ہو جائے' مگر تقویٰ اس کی زندگی کی بنیاد میں نہیں تو وہ علم سے بے بہرہ ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی فرد اللہ سے ڈرتا ہے' اس کی نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اگرچہ وہ ان پڑھ ہو' مگر عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو پیدا کرنے کی وجہ اپنی عبادت بتائی' انسان کو اپنا خلیفہ قرار دیا' نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم مبعوث ہوئے' نبی ﷺ کو علم میں اضافے کی دعا سکھلائی گئی۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی علم وہی ہے جو انسان کو اللہ کی عبادت کے لئے تیار کرے۔ انسان کو خلافت کے لئے تیار کرے' اسی صورت میں انسان اس کائنات میں اپنی حیثیت کا درست تعین کرسکتا ہے اور کائنات کا نظام حسن و خوبی سے چلا سکتا ہے۔

یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ علم سے مراد درحقیقت صفاتِ الٰہی کا علم اور اس سے متعلق اپنی حیثیت کا علم ہے۔ اللہ اگر خالق ہے تو انسان جان لے کہ حکم دینے والا صرف وہی ہے۔ اسی طرح عالم وہی ہے جو جان لے کر رزق بھی اللہ دے گا' ہدایت و راہنمائی بھی وہیں سے ملے گی' تقدیر بھی اسی کے اشارے پر بنے گی' زندگی اور موت بھی وہی دیتا ہے۔ نعمت وہی دیتا ہے' لہٰذا شکر اسی کا' مصیبت میں وہی ڈالتا ہے' لہٰذا شکر اسی کا۔ غرض اللہ کی صفات کا ہر پہلو سے جان لینا اور اس کے مطابق اپنی حیثیت کا درست تعین کرلینا اور اپنی سیرت و کردار میں تبدیلی لے آنا حقیقی علم حاصل کرلینا ہے۔ جتنی صفات کا علم ہوگا اتنا آدمی اللہ سے ڈرے گا اور زندگی کی تعمیر کرے گا۔

علم انسان کی زندگی کی تعمیر کرتا ہے۔ علم ہی کے مطابق انسان کے جذبات و احساسات پروان چڑھتے ہیں' شخصیت بنتی ہے اور کردار تشکیل پاتا ہے۔ جیسا علم ہوتا ہے ویسا ہی کردار تشکیل پاتا ہے۔ قرآن نے اس حوالے سے ہمارے سامنے دو ماڈلز پیش کئے ہیں دونوں ماڈلز حکمرانوں کے ہیں: ایک وہ جس کے پاس علم نہیں اور دوسرا وہ جو علم رکھنے والا ہے۔

"انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا' حالانکہ ان کے دل قائل ہوچکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا کیسا انجام ہوا (دوسری طرف) ہم نے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم عطا کیا اور انہوں نے کہا "شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر فضیلت عطا کی۔ اور داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا۔ اس نے کہا لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں' بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔" (النمل: ۱۴ تا ۱۶)

ایک ماڈل فرعون ہے' جس کو اللہ نے نعمتیں دیں' اقتدار سونپا' لیکن اس نے خدا خوفی اختیار نہیں کی۔ اللہ کی صفات کا علم اس کو نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیثیت کا درست تعین نہ کیا اور بڑا بن بیٹھا' ظلم و فساد پھیلایا۔ اس کے برعکس دوسرا ماڈل سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام ہیں۔ جن کو اللہ نے مال' اسباب' حسن و جمال' علم و فضل اور بے مثل حکومت عطا کی' لیکن انہوں نے اپنی حیثیت کا درست تعین کیا اور ہر حال میں شکر و تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ کو ٹھہرایا۔ الغرض جب کہ اسلام میں علم حاصل کرنے کی اہمیت اور تاکید یعنی لحد سے مہد تک علم حاصل کرنے کا حکم ہے تو ہر فرد کو یہ جاننا چاہئے کہ کیا واقعی وہ حقیقی علم کے راستے پر آگے بڑھ رہا ہے یا نہیں؟

حضرت سفیان ثوریؒ کی والدہ نے ان کو نصیحت کی تھی "بیٹے علم تمہارے اخلاق کو سنوارنے کا ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ بگاڑنے کا' علم عبادت کے لئے ہو نہ کہ تجارت کے لئے' علم دوست ہو نہ کہ دشمن"

انہوں نے مزید فرمایا: "جب تم دس حرف لکھ چکو تو دیکھو کہ کیا تمہارے اخلاق اور علم و وقار میں ترقی ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی تو تمہیں جان لینا چاہئے کہ تم نے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔"

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں "علم تو اسی شخص کا ہے جو علم کا اتباع کرے اور اس پر عمل کرے' اور سنت کی پیروی کرے' اگرچہ عرفی اور رسمی طور پر وہ شخص کم علم ہی ہو۔"

موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جہاں ہماری تعلیمی پالیسی بنانے والوں کے ذہنوں میں یہ تصور راسخ ہو بلکہ دنیا میں غالب مغربی تہذیب کے علمبرداروں تک بھی علم کا یہ تصور پہنچایا جائے۔ مغربی معاشرہ جو علوم و فنون کی ٹھیکیداری اور ان پر دسترس کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت انسان کی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے سے عاجز رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کا معاشرہ بے چینی' انتشار اور بدامنی کا شکار ہے۔ قرآن نے دو طرح کی زندگیوں کی مثال سورۃ التوبہ میں اس طرح دی:

"پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات مگر پر اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جاگری۔ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے' ہمیشہ ان کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر حکیم و دانا ہے۔" (توبہ: ۱۰۹-۱۱۰)

آج کی مغربی دنیا جو اللہ کے مقام' اس سے تقویٰ اور اپنی حیثیت سے بے بہرہ ہے اس نے نادانی کا ثبوت دیتے ہوئے حیاتِ دنیا کے ظاہری پہلو پر اعتماد کیا ہے۔ دنیا میں خدا سے بے خوف اور اس کی رضا سے بے پرواہ ہو کر کام کیا ہے۔ دراصل خود اپنی عمارتِ زندگی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے جو کسی بھی لمحے گر سکتی ہے۔ جبکہ اگر اس کے پاس حقیقی علم ہوتا تو وہ اپنی زندگانی کی عمارت خدا خوفی' احساس جوابدہی اور اتباع الٰہی کی ٹھوس چٹان پر قائم کرتی۔ اسلام کا ہم سے یہی مطالبہ ہے کہ اس حقیقی مفہوم کی تعلیم دی جائے' اس کی اشاعت کی جائے۔ اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے:

"تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ سے کچھ لوگ نکل آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے۔ شاید کہ وہ خبردار ہو جاتے (ڈر جاتے)"۔ (توبہ: ۱۲۲)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فرمایا:

"دیہاتی (مراد وہ علاقے جو مسلمانوں کے مراکز سے دور ہیں) آبادیوں کو اس حالت میں پڑا نہ رہنے دیا جائے' بلکہ ان کی جہالت کو دور کرنے اور ان کے اندر شعور اسلامی پیدا کرنے کا اب باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔ اس غرض کے لئے یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ تمام دیہاتی عرب اپنے اپنے گھروں سے نکل نکل کر مدینے آجائیں اور یہاں علم حاصل کریں۔ اس کی بجائے ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہر دیہاتی علاقے اور ہر بستی اور قبیلے سے چند آدمی نکل کر علم کے مرکزوں' مثلاً مکہ اور مدینہ اور ایسے ہی دوسرے مقامات میں آئیں اور یہاں دین کی سمجھ پیدا کریں' پھر اپنی اپنی بستیوں میں واپس جائیں اور عامتہ الناس کے اندر بیداری پھیلانے کی کوشش کریں۔"

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ نے مزید ارشاد فرمایا:

"یہاں اتنی بات اور سمجھ لینا چاہئے کہ تعلیم عمومی کے جس انتظام کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے اس کا اصل مقصد عامتہ الناس کو محض خواندہ اور ان میں کتاب خوانی کی نوعیت کا علم پھیلانا نہ تھا' بلکہ واضح طور پر اس کا مقصد حقیقی یہ متعین کیا گیا تھا کہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا ہو۔ ان کو اس حد تک ہوشیار و خبردار کر دیا جائے کہ وہ غیر مسلمانہ رویہ زندگی سے بچنے لگیں۔ یہ مسلمانوں کی تعلیم کا وہ مقصد ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیا ہے۔ اور ہر تعلیمی نظام کو اسی لحاظ سے جانچا جائے گا کہ وہ اس مقصد کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام لوگوں میں نوشت و خواند اور کتاب خوانی اور دنیوی علوم کی واقفیت پھیلانا نہیں چاہتا' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام لوگوں میں ایسی تعلیم پھیلانا چاہتا ہے جو مندرجہ بالا مقصد تک پہنچاتی ہو' ورنہ ایک شخص اگر اپنے وقت کا آئن شٹائن اور فرائڈ ہو جائے لیکن دین کے فہم سے عاری اور غیر مسلمانہ رویہ زندگی میں بھٹکا ہوا ہو تو اسلام ایسی تعلیم پر لعنت بھیجتا ہے۔"

"تفقہ فی الدین" جو تعلیم کا اصل مقصد ہے' اس کے معنی ہیں دین کو "سمجھنا" اس کے نظام میں بصیرت حاصل کرنا' اور اس کی روح سے آشنا ہونا اور اس قابل ہو جانا کہ فکر و عمل کے ہر گوشے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسان یہ جان سکے کہ کون سا طریق فکر اور کون سا طرز عمل روح دین کے مطابق ہے۔ لیکن آگے چل کر جو قانونی علم اصطلاحاً فقہ کے نام سے موسوم ہوا جو رفتہ رفتہ اسلامی زندگی کی محض صورت (بمقابلہ روح) کا تفصیلی علم بن کر رہ گیا' لوگوں نے اشتراک لفظی کی بناء پر سمجھ لیا کہ بس یہ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

رب کریم ہو مہرباں —— آپ پر شیخ جمیل الرحمٰن

تحریر: انجینئر نوید احمد' کراچی

تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق اور امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے دیرینہ ساتھی محترم جناب شیخ جمیل الرحمٰن صاحب ۲۸/اگست بروز پیر رحلت فرما گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم شیخ صاحب اکثر معمولاتِ زندگی میں سنت پر عمل کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے رب کریم نے ان کی وفات کے لئے بھی مسنون دن طے فرمایا۔ دعا ہے کہ رب کریم ان پر کرم کی بارش فرمائے اور انہیں جنت کے اعلیٰ درجات سے شاد کام فرمائے۔ آمین

محترم شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کو میں ۸۵ء سے جانتا تھا لیکن ان کا مجھ سے تعارف ۸۹ء میں ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس طرح رنگوں' زبانوں' نسلوں اور ہر چیز ہی میں اختلافات رکھے ہیں اس طرح انسانوں کے مزاج بھی مختلف ہیں۔ میرے اور محترم شیخ صاحب کے مزاج میں نہ صرف اختلاف بلکہ ایک طرح کا بُعد تھا۔ شیخ صاحب ہر کام کے آغاز سے قبل جامع منصوبہ بندی فرماتے تھے جبکہ راقم کا معاملہ یہ ہے کہ "لہو گرم رکھنے کے بہانے" کے طور پر کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔ بقول شاعر ؎

کچھ نہ کچھ کیا کر   چاہے ادھیڑ کر ہی سیا کر

شیخ صاحب کی جامع منصوبہ بندی کی جامعیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ مرحوم نے رحلت سے چند روز قبل جو تحریر فرمائی اس میں اپنے انتقال کے بعد کے جملہ امور کے بارے میں بڑی باریک بین نصیحتیں فرمادیں مثلاً مرنے کے بعد انہیں کس بیٹے کے ہاں منتقل کیا جائے' نماز جنازہ کس مسجد میں ادا کی جائے' اور کون نماز جنازہ پڑھائے' وفات کے حوالے سے رائج تمام بدعات سے اجتناب کیا جائے' کن کن احباب کو فون پر اطلاع دی جائے اور ان احباب کے فون نمبرز کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

شیخ صاحب کے ساتھ تعارف تو ۸۹ء سے ہو گیا تھا لیکن آپ کے ساتھ باقاعدہ کام کرنے کا موقع جون ۹۶ء میں پیدا ہوا جب محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بحیثیت نگران انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی محترم شیخ صاحب کو انجمن کا معتمد عمومی مقرر فرمایا۔ شیخ صاحب نے اس موقع پر نگران انجمن پر واضح فرمادیا تھا کہ باقی سب لوگوں کے ساتھ تو موافقت ہو جائے گی لیکن نوید احمد صاحب (راقم) کے ساتھ موافقت مشکل ہے کیونکہ دونوں کے مزاج اور کام کے طریقہ کار میں خاصا اختلاف ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جون ۹۶ء تا دسمبر ۹۷ء ہمارے درمیان بڑی مثالی موافقت رہی اور معاملہ یہ تھا کہ شیخ صاحب نے جن تین حضرات کے لئے وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں ان میں تیسرے نمبر پر میرا نام تھا۔ جنوری ۹۸ء میں انجمن سندھ کا نیا انتظامی ڈھانچہ طے کیا گیا جس کے تحت مختلف ذمہ دار حضرات کے فرائض و اختیارات تبدیل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انجمن کے دستور کی تدوین نو کے کام کو بھی تیز کیا گیا۔ اس دوران یعنی جنوری ۹۸ء کے بعد بعض انتظامی اور دستوری مسائل میں شیخ صاحب اور میرے درمیان اختلافات رونما ہوئے' یہاں تک کہ شیخ صاحب نے جولائی ۹۸ء میں معتمد عمومی کے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔ ہمارے یہ اختلافات بڑھتے رہے اور ان میں شدت بھی رہی لیکن گزشتہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر شیخ صاحب کا ایک عمل میں زندگی بھر فراموش نہ کرسکوں گا۔ اس وقت ہمارے اختلافات عروج پر تھے۔ عید سے دو روز قبل شیخ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ اختلافات اور شدید علالت کے باوجود شیخ صاحب دو افراد کا سہارا لے کر نماز عید کی ادائیگی کے لئے مسجد جامع القرآن تشریف لائے حالانکہ انہیں علم تھا کہ یہاں امامت کے فرائض میں ادا کروں گا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء!

بلاشبہ شیخ صاحب تحریک رجوع الی القرآن اور اقامت دین کے مشن کے حوالے سے ہمارے محسنین میں شامل ہیں۔ انہیں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دست راست ہونے کی حیثیت حاصل تھی۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی کئی تقاریر کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے انہوں نے بیش بہا خدمت انجام دیں اور اپنے لئے صدقہ جاریہ کا سامان کر گئے۔ کئی نازک مسائل میں ڈاکٹر صاحب ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کے تجربات سے استفادہ کرتے تھے۔ ان کی علالت کی وجہ سے معذوری اور اب رحلت بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کے لئے صدمات کا باعث ہیں۔ وہ نہ صرف تحریر کے آدمی تھے بلکہ ان پر احباب تک دین کی انقلابی فکر پہنچانے کی دھن سوار تھی اور اس کے لئے آخری وقت تک حتی المقدور مال و جان سے مسلسل جہاد کرتے رہے۔

شیخ صاحب محترم کو زندگی میں کئی صدمات بھی دیکھنے پڑے۔ ایک جوان بیٹے کی فالج کی وجہ سے طویل معذوری اور پھر وفات کا سانحہ برداشت کرنا پڑا۔ ان کی زندگی ہی میں ان کی دو بیٹیاں اللہ کو پیاری ہوئیں۔ تنظیمی و انتظامی مسائل میں اختلافات نے بھی ان کی حساس طبیعت پر منفی اثرات ڈالے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام تکالیف کا انہیں بھرپور اجر عطا فرمائے۔ ان کی جملہ دینی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرما کر ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے لواحقین کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ آمین!

اسرہ سواڑی کا ایک روزہ پروگرام

مورخہ ۲۲ جولائی کو اسرہ سواڑی کا ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا۔ مولانا غلام اللہ خان حقانی اور فیض الرحمٰن سواڑی کے اس ایک روزہ پروگرام میں پہلے سے مدعو تھے۔ چنانچہ فیض الرحمٰن نے بارو جامع مسجد میں بعد از نماز مغرب دین کے جامع تصور پر تقریباً ۵۵ منٹ خطاب کیا۔ آپ نے بحیثیت مسلمان دین کی ذمہ داریوں کا لوگوں کو احساس دلایا۔ دوسرا پروگرام بعد از عشاء منعقد ہوا۔ فیض الرحمٰن اس نشست کے مقرر تھے۔ ڈھنڈ جامع مسجد میں آپ نے لوگوں کے سامنے دین و مذہب کا فرق بڑے موثر انداز میں پیش کیا۔ اگلے روز فیض الرحمٰن گاگرا اسکول گئے۔ جہاں آپ نے اساتذہ کرام سے خطاب کیا۔ اسی روز تین پروگرام مزید ہوئے۔ جن کے مقرر مولانا حقانی تھے۔ آپ نے بعد از نماز مغرب ڈھنڈ جامع مسجد میں اقامت دین کے لئے مطلوب جماعت پر مفصل خطاب کیا۔ آپ نے لوگوں پر واضح کیا کہ ایک منظم جماعت کے بغیر اقامت دین کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ بعد از نماز عشاء مولانا حقانی نے قرآن کی عظمت پر سورۂ رحمٰن کی ابتدائی ۴ آیات کے حوالہ سے جامع درس دیا۔ آپ نے آخر میں قرآن حکیم کے انقلابی پہلو کو سامعین کے سامنے رکھا۔ اگلے روز بعد از نماز فجر درس قرآن شندرزی مسجد میں ہوا۔ مولانا حقانی نے سورۃ صف کی آیت **هو الذی ارسل بالهدی و دین الحق لظهره علی الدین کله** کے حوالہ سے محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد واضح کیا۔ آپ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو آیت مذکورہ سے مدلل اور واضح انداز میں بیان کرتے ہوئے سامعین کو دعوت فکر دی کہ جس خطے میں ہم رہ رہے ہیں اس کا کردار اسلام کے آخری غلبہ میں انتہائی اہم ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی خاص اس نقطۂ نظر سے علاقہ بونیر میں جلسہ کا انعقاد کر کے اس موضوع پر جامع خطاب کیا تھا۔ اس پروگرام میں تقریباً ۱۰ ملتزم رفقاء نے شرکت کی' لہٰذا پورے علاقہ میں تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچائی گئی۔

(رپورٹ : محمد انور)

اسرہ خار باجوڑ کے زیر اہتمام
یوم آزادی کے موقع پر تقریب

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی میں ۱۴ اگست کو اسرہ خار باجوڑ کے زیر اہتمام ایک پروقار تقریب کا اہتمام ہوا۔ تقریب کا انعقاد ایک پبلک سکول میں ہوا جس کے پرنسپل اُسرہ خار کے نقیب گل رحمان ہیں۔ پروگرام کے لئے بطور خاص حلقہ سرحد کے ناظم دعوت مولانا غلام اللہ خان حقانی کو بلایا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر بچوں نے ہلکے پھلکے خاکے پیش کئے۔ ۹ بجے مولانا حقانی نے ۱۴ اگست کے اس موقع پر پاکستان کے قیام کے مقاصد کو واضح کیا۔ آپ نے اس ملک کی ۵۳ سالہ تاریخ کو اس کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی پس منظر کے ساتھ بیان کیا۔ آپ نے حکمرانوں کی اس دوغلی پالیسی کو بطور خاص ہدف تنقید بنایا کہ مصنوعی جشن آزادی کو ٹی وی سکرین پر دکھا کر عوام کو اطمینان دلا دیا جاتا کہ ہم حقیقی طور پر جشن آزادی منانے کے مستحق ہیں' حالانکہ ٹی وی سکرین سے باہر آزادی کے اس مصنوعی نعرے کے برعکس لوگوں کے چہروں پر وہ تمام پریشانیاں اور خطرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں جن کے وہ ۵۳ سال سے عادی ہو چکے ہیں۔

آپ نے باجوڑ کے عوام کو حقیقی آزادی اور مصنوعی آزادی کے فرق کو نمایاں کرتے ہوئے کہا کہ بالکل وہی نظام جو انگریز ہمارے بالائی طبقات کو دے گیا تھا اب تک اسی نظام کو Intact رکھا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے عوام اور ریاستی طبقات میں ایک جنگ چلی آ رہی ہے۔ عوام بے اطمینانی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ بنیادی سہولیات سے محروم ملک کی اکثریتی طبقے کو ہر سال ۱۴ اگست کے موقع پر آزادی کے جھوٹے دعوؤں سے یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ تم ۱۹۴۷ء سے آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔ انہوں نے آزادی کی قدر و قیمت کو اجاگر کرتے ہوئے باجوڑ کے عوام کو دعوت فکر دی کہ وہ نظام خلافت کے قیام کے لئے کوشش کریں۔ عوام تنظیم اسلامی کے پروگرام کو قبول کر کے آگے بڑھے کیونکہ آزادی کی عظیم نعمت کا حقیقی لطف تب ملے گا جب کلافت کا نظام برپا ہو جائے گا۔ پروگرام میں اسرہ خار کے تمام رفقاء نے شرکت کی۔ (رپورٹ : محمد نعیم)

اسرہ سواڑی کے زیر اہتمام
ایک روزہ دعوتی پروگرام

اسرہ سواڑی کے زیر اہتمام ۱۵ اگست کو یک روزہ پروگرام کا انعقاد ہوا۔ نقیب اسرہ محمد ایاز خان نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے پہلے سے کافی محنت کی تھی۔ پیربابا کے ملتزم رفیق فضل وہاب کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام کے لئے ناظم دعوت حلقہ سرحد مولانا غلام اللہ خان حقانی ۱۵ اگست کو بعد از دوپہر سواڑی پہنچے۔ جہاں محمد انور اور محمد ایاز خان پہلے سے آپ کے منتظر تھے۔ پروگرام یوں رکھا گیا کہ عصر کے بعد دیوانہ بابا کی مسجد عید میاں گان میں غلام اللہ خان حقانی کا عبادت رب کے موضوع پر بیان ہوا' بیان میں ۱۳۵ افراد شریک ہوئے۔ آپ نے عبادات کی غرض و غایت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کر کے سامعین کو دعوت فکر دی کہ وہ پوری زندگی اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق گزارے' کیونکہ جزوی بندگی اللہ کو قبول نہیں۔ آپ نے بنی اسرائیل کی تاریخ سے کچھ واقعات بیان کر کے اس بات کو واضح کیا کہ جزوی بندگی کے ہوتے ہوئے بھی اللہ نے ان کو اپنے عذاب کا مستحق قرار دیا تھا۔ لہٰذا اگر امت مسلمہ بھی جزوی بندگی رب پر عمل پیرا ہو گی تو یہ نجات کے لئے کافی نہ ہو گا۔ دوسرا بیان بعد از مغرب مسجد منی پور میں ہوا۔ عصر کے بعد اس پروگرام میں شرکت کے لئے تعلیم یافتہ افراد کو مدعو کیا گیا۔ چنانچہ مغرب کے بیان میں کافی بڑا مجمع تھا۔ جس میں اکثریت تعلیم یافتہ حضرات کی تھی۔ مولانا حقانی نے قرآن اور Globle Situation کے موضوع پر نہایت علمی بحث کی' آپ نے اسلامی تہذیب اور موجودہ بے خدا تہذیب کا محققانہ تجزیہ پیش کیا۔ آپ نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو خبردار کیا کہ اگر آپ نے امت مسلمہ کی ڈوبتی ناؤ کو اباحیت پسندی کے اس طوفان میں سہارا نہ دیا تو نہ صرف یہ کہ تم دنیا میں عذاب خداوندی کے مستحق ہو گے بلکہ اخروی طور پر بھی عذاب الٰہی تمہارا مقدر رہے گی۔ آپ نے یورپ کے مالیاتی' نیوکلیائی' تجارتی اور زراعتی یلغار کا بطور خاص تذکرہ کیا۔ آپ نے کہا کہ جب تک قرآنی فکر کی بنیاد پر ایک منظم جماعت نہیں بنتی۔ کوئی بھی دینی جماعت خواہ اس کی تعداد لاکھوں میں کیوں نہ ہو۔ اس سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ نے حاضرین کے سامنے تنظیم اسلامی کے اسی خاص پہلو کو اجاگر کیا کہ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی سرپرستی میں بیعت کی بنیاد پر انتہائی منظم جماعت کے طور پر ابھر رہی ہے۔ آپ لوگ تنظیم کے لٹریچر کو پڑھیں۔ تنظیم کے پروگراموں کو Attend کرتے رہیں اور اگر دل نے گواہی دی کہ واقعی یہی جماعت حزب اللہ کی قریب ترین جماعت ہے تو اسلام کے احیاء اور غلبے کے لئے ہماری دست و بازو ہے۔ آخر میں سامعین کی طرف سے کافی سوالات کئے گئے جن کے مولانا حقانی نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایسے پروگرام اگر مسجد منی پور میں منعقد ہوتے رہے تو ہم جلد حق کو پانی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پروگرام میں تقریباً ۱۵۰ افراد نے شرکت کی۔

یک روزہ پروگرام کا اگلا مرحلہ درس قرآن کا تھا جو بعد از نماز فجر بارو مسجد میں منعقد ہوا۔ مولانا حقانی نے اقامت دین کی فرضیت اور اس کے ضمن میں خلافت کے نظام کے قیام کی برکات و ثمرات کو اجاگر کیا۔ آپ نے سامعین پر واضح کیا کہ نظام خلافت کے قیام کے بغیر اللہ کو راضی کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ کا دین غالب نہیں ہوتا تو عوام الناس کو بنیادی ضروریات کے حصول میں اتنی رکاوٹیں ہوتی ہیں کہ وہ اللہ کو کماحقہ وقت نہیں دے سکتے۔ اس پروگرام میں تقریباً ۱۳۰ افراد نے شرکت کی۔

۱۱ بجے محمد ایاز خان کی ذاتی کاوش سے گاگرا ہائیر سیکنڈری سکول میں اساتذہ کرام کے Rest Period میں اجتماع ہوا۔ غلام اللہ خان حقانی نے بین الاقوامی تناظر میں

امت مسلمہ کا اصل مقام کے موضوع پر تقریباً ۳۰ منٹ خطاب کیا۔ آپ نے اساتذہ کرام سے اپیل کی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو جانتے ہوئے امت مسلمہ کو ان مسائل سے نکالنے میں اپنا کرادر ادا کرے۔ آپ نے کہا کہ یہود نے پوری دنیا کو سود کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ اس خاص حربے سے جہاں جہاں چاہتے ہیں۔ اپنی مطلب برآری میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سود کے اس حربے کو بروئے کار لا کر انہوں نے فحاشی اور عریانی کو پوری دنیا میں عام کیا ہے۔ این۔ جی۔ اوز کی شکل میں آج جنسی بے راہ روی پوری دنیا میں زوروں پر ہے۔ پروگرام کے اساتذہ کرام نے بہت سراہا۔ یوں اسرہ سواڑی کا یہ ایک روزہ پروگرام انتہائی کامیاب طریقے سے اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ : محمد ایاز خان)

حلقہ پنجاب شمالی کا خصوصی علاقائی اجتماع

تحریکوں کی زندگی میں اجتماعات خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور رفقاء کو مزید محنت کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ ایسے اجتماعات میں سے پنجاب شمالی کا حالیہ اجتماع جو ۱۳/۱۴ اگست ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا' خاص مقام رکھتا ہے۔

یہ اجتماع ناظم حلقہ شمس الحق اعوان صاحب کے استقبالیہ کلمات سے شروع ہوا' جس میں موصوف نے اجتماع کی غرض و غایت' نوعیت اور اسی کے بارے میں بنیادی ہدایات فرمائیں اور رفقاء سے امید ظاہر کی کہ وہ نظم و ضبط کا مثالی مظاہرہ پیش کریں گے۔

۱۳/اگست کی کارکردگی کا اجمالی جائزہ :

رفقاء و احباب میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کے لئے فکر آخرت جیسے موضوع کا انتخاب کیا گیا اور اس کی سعادت جناب شمیم اختر صاحب کے حصہ میں آئی۔ رفقاء میں مزید تحریکی شعور بیدار کرنے کے لئے مختلف امراء نے اپنی تنظیمی کارکردگی بیان کی۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے نظم و ضبط کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے ایک مفصل لیکچر دیا اور یہ اجتماع صرف نظریاتی پختگی کے اعتبار سے اہم نہ تھا بلکہ یہ ایک عملی اجتماع کہلوانے کا مستحق ہے جس میں دعوت کے سلسلہ میں رفقاء کو فیلڈ میں بھیجا گیا تاکہ ان میں اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے بات کرنے کا ڈھنگ اور سلیقہ آئے' جو کہ بہت پسند کیا گیا اور رفقاء نے تقاضا کیا کہ دعوت کا انداز ہر سطح پر متعارف کروایا جائے۔

۱۴/اگست کی کارکردگی کا اجمالی جائزہ :

تنظیم اسلامی کی دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم ہے۔ اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے محترم مشتاق حسین صاحب نے سورۃ حم السجدہ کی چند آیات کا درس دیا۔ جس میں موصوف نے عملی زندگی سے مثالیں پیش کیں۔ درس حدیث کے سلسلہ میں راقم نے اس حدیث کا انتخاب کیا جو جلدی تحریکوں کو اپنی سمت تبدیل کرنے کے سلسلہ میں اخبارات کی زینت بنی۔ ایک منفرد اسلوب کے ساتھ رفقاء و احباب کی سامنے' فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا گیا اور اس کی سعادت شمیم اختر کے حصہ میں آئی۔ جناب امجد سعید اعوان نے دین و مذہب کے امتیازی فرق کو دلنشیں انداز میں واضح کیا۔ تنظیم اسلامی کی ایک محکم اساس منہاج محمدیؐ ہے لیکن ناظم حلقہ شمس الحق اعوان نے ایک منفرد انداز میں منہاج کو ہر سطح کے ذہنوں کے لئے سیرت کے مستند حوالہ جات سے ثابت کیا۔ اس پروگرام میں نہ صرف مقامی حضرات نے لیکچرز دیئے بلکہ ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور مرحوم اقتدار صاحب کے بیٹے رشید ارشد صاحب نے بھی اظہار خیال کیا۔ ناظم اعلیٰ صاحب نے تنظیم کی مبادیات مثلاً تنظیم اسلامی کی محکم اساسات' امیر محترم کے ذاتی حالات اور امیر محترم کی سیاسی بصیرت پر ایک مفصل لیکچر دیا۔ رشید ارشد صاحب نے دعوت دین کے سلسلہ میں وقت نکالنے کے لئے مختلف فارمولے "اسلام اور جدید تحقیق" کے حوالے سے پیش کئے۔

یوں تو اس پروگرام کی کئی خصوصیات ہیں لیکن وقت کی پابندی' پروگراموں میں جاذبیت اور جامعیت اس اجتماع کے خاص اوصاف ہیں۔ (رپورٹ : حافظ مشتاق ربانی)

قرآن اکیڈمی کراچی میں سمر کورس

قرآن اکیڈمی کراچی میں ہر سال کی طرح اس سال بھی طلباء و طالبات کے لئے موسم گرما کی تعطیلات کے دوران ۲۵ روزہ سمر کورس کا انعقاد ہوا۔ مجموعی طور پر اس کورس سے ۴۰ طلباء و طالبات نے استفادہ کیا۔ ان میں سے ۲۴ نے کورس کی کامیابی کے ساتھ تکمیل کی۔ کورس کے دوران طلباء و طالبات کو نماز کا ترجمہ' مسائل اور طریقہ کار سکھایا گیا۔ طہارت اور وضو کے مسائل سے آگاہ کیا گیا۔ قرآن حکیم کی آخری دس سورتوں کا حفظ کرایا گیا اور ان کا ترجمہ یاد کرایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ نبوی زندگی کے اہم واقعات ترتیب سے یاد کرائے گئے اور ان کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت اور منہج واضح کیا گیا۔ آسان درس عربی کے چند اسباق پڑھائے گئے۔ تجوید کے بنیادی قواعد سکھا کر مشق کرائی گئی۔ منتخب احادیث کا مطالعہ کرایا گیا اور آداب زندگی کے موضوع پر خصوصی کلاسز کا انعقاد کیا گیا۔

تقریب تقسیم اسناد

مورخہ ۱۱ اگست ۲۰۰۰ء کو سمر کورس کی کامیابی کے ساتھ تکمیل کرنے والے طلباء و طالبات میں اسناد کی تقسیم کے حوالے سے خصوصی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ صدر انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی جناب زین العابدین جواد صاحب نے تقریب کی صدارت کی۔ اکیڈمک ڈائریکٹر جناب نوید احمد نے سمر کورس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کورس کے ذریعہ طلباء و طالبات کی تعطیلات کے دوران ان کے اوقات کو نہ صرف ضائع ہونے سے بچایا جاتا ہے بلکہ مفید دینی تعلیم و تربیت کے ذریعہ اسے مفید بنایا جاتا ہے۔ عمر کے اس حصہ میں اگر دین کا صحیح تصور اور قرآن حکیم کو سیکھنے سکھانے کی اہمیت ذہنوں میں ڈال دی جائے تو پھر طلباء و طالبات زندگی کے مختلف امور پر ان ہی کی روشنی میں غور کرتے ہیں۔ کورس کے ایک طالب علم احمد عثمان فاروقی نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس کورس کے ذریعہ مختصر عرصہ میں انتہائی علمی اور عملی رہنمائی حاصل ہوئی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ دین محض چند عقائد و رسومات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا متقاضی ہے۔ اس کے بعد صدر مجلس نے طلباء و طالبات میں اسناد تقسیم کیں۔ صدارتی کلمات کے دوران جناب زین العابدین جواد صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی اپنے قیام سے ہی ہر سال باقاعدگی سے سمر کورس کا انعقاد کر رہی ہے اور اس میں طلباء و طالبات کی بڑھتی ہوئی دلچسپی انتہائی خوش آئند ہے۔ انہوں نے طلباء و طالبات پر زور دیا کہ انہیں دینی علم سیکھنے کا جو موقع اس کورس کے ذریعہ ملا ہے اس کی روشنی میں اپنے علم کو مزید ترقی دیں اور انجمن کے تحت ہونے والے دیگر کورسز میں شرکت کر کے استفادہ کریں۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ہمارے تعلیمی ادارے طلباء کو دینی تعلیمات دینے سے قاصر ہی نہیں بلکہ دور کرنے کا باعث ہیں۔ بقول اکبر الہ آبادی :

یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

دعائے مسنونہ پر تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

تنظیمی اطلاعات

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی سفارش کے مطابق امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۸/اگست میں مشورہ کے بعد امیر تنظیم اسلامی ضلع میرپور کو مقامی امارت کی ذمہ داری سے فارغ کر کے ضلع میرپور' منگلا اور جہلم کے علاقہ جات کے لئے ناظم تربیت مقرر کیا ہے۔ موصوف ناظم تربیت کے فرائض سرانجام دیں گے اور وہ ناظم حلقہ جناب شمس الحق اعوان صاحب کو جواب دہ ہوں گے۔ امیر تنظیم اسلامی نے ان کی جگہ جناب عطاء الرحمن صدیقی صاحب کو امیر تنظیم اسلامی ضلع میرپور مقرر کیا ہے۔

اطلاع تبدیلی فون نمبر

تنظیم اسلامی اسلام آباد (لائبریری اور دفتر) کا فون نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔ نیا نمبر 2877046 ہے۔ ہنگامی صورت حال میں فون نمبر 206012 پر امیر تنظیم سے بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ضرورت رشتہ

ایم اے اسلامیات و ایجوکیشن ۳۰ سالہ' پابند صوم و صلوٰۃ' اردو سپیکنگ سرگودھا سے تعلق لڑکی کے لئے مناسب برسر روزگار رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : عبدالخالق' فون : 0451-713187

انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے زیر اہتمام تفہیم دین کورس کا انعقاد

علم الابدان کے لئے ہمارے نوجوان اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں لیکن تفقہ فی الدین کے لئے معمولی وقت بھی قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے انجمن خدام القرآن (اسلام آباد) کے زیر اہتمام دفتر حلقہ تنظیم اسلامی میں چالیس روزہ تفہیم دین کورس کا انعقاد کیا گیا۔

اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے وسیع پیمانے پر تشہیر کی گئی' جس کے لئے ایک خاص حد تک تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کیا گیا۔ واضح رہے کہ یہ پروگرام فی الحقیقت نئی نسل کو دین سے متعارف کروانے کے لئے منعقد کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس پروگرام کو موسم گرما کی تعطیلات میں منعقد کرنا مناسب سمجھا گیا' لیکن عمومی طور پر اس میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی۔

اس چالیس روزہ تفہیم دین کورس کا تعلیمی و تدریسی نصاب کافی غور و فکر سے طے کیا گیا اور اس بات کا خیال رکھا گیا کہ دین کے ان موضوعات کو اس کورس میں خاص مقام دیا جائے جو زندگی کے عملی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے عروج کے لئے قرآن حکیم خاص اہمیت رکھتا ہے' چنانچہ اسی بات کے پیش نظر قرآن حکیم کو صحیح پڑھنے کے لئے تجوید' قرآن کو سمجھنے کے لئے بنیادی عربی گرامر اور اس میں غور و فکر کرنے کے لئے قرآن حکیم کے منتخب مقامات کی حکیمانہ انداز میں تفسیر بیان کی گئی جو جدید دور سے ہم آہنگ تھی۔ وہ امور جو روزمرہ زندگی سے خاص تعلق رکھتے ہیں اس پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی۔

دین و دنیا کے فرق کو مٹانے کے لئے ذمہ دار حضرات نے کمپیوٹر کا تعارف اور اسلامک سافٹ ویئر جیسے پروگرام کو بھی تدریسی نصاب میں شامل کیا۔ اس تمام چالیس روزہ پروگرام کے اصل روح رواں جاوید رفیق تھے جن کی لیل و نہار کی محنت نے اس پروگرام کو ایک مثالی کورس بنا دیا۔ علاوہ ازیں رانا عبدالغفور' عبدالواحد' ڈاکٹر محمد علی خان نے بھی بھرپور محنت کی جس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ انہوں نے تجوید' منتخب نصاب اور تعارف ارکان اسلام و روزمرہ مسائل جیسے موضوعات پر بڑی محنت سے مفصل لیکچرز دیئے۔ ڈاکٹر امتیاز نے اپنی شدید مصروفیات کے باوجود لگن اور شوق کے ساتھ بنیادی عربی گرامر شرکائے کورس کو پڑھائی۔

یہ چالیس روزہ پروگرام ۳ جولائی سے شروع ہو کر ۱۱/اگست کو ختم ہوا۔ اس تمام دورانئے میں قریباً ۵۰ افراد نے عمومی شرکت کی لیکن ۳۵ شرکاء باقاعدگی سے آتے رہے۔ اس پروگرام کی اختتامی تقریب کے لئے حافظ عاکف سعید صاحب (نائب امیر تنظیم اسلامی) مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کئے گئے جس میں نائب امیر صاحب نے اس کورس کی افادیت اور اس کے اصل مقصود کے بارے میں نہایت موثر انداز میں اظہار خیال کیا اور شرکاء کو اس بات پر ترغیب دلائی کہ قرآن حکیم کی خدمت کو اپنی زندگی کا اصل ہدف قرار دیں۔ آخر میں نائب امیر صاحب نے اس کورس میں اول' دوم اور سوم آنے والے شرکاء میں شیلڈز اور انعامات تقسیم کرنے کے علاوہ دیگر شرکاء کو اسناد اور امیر محترم کے بنیادی کتابچے پیش کئے۔

اس پروگرام کی نمایاں خصوصیات میں سے یہ ہے کہ دوران پروگرام فرقہ وارانہ گفتگو سے مکمل طور پر احتراز کیا گیا اور دین کے انقلابی اور حرکی تصور کو ذہنوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس پروگرام میں مختلف پہلوؤں سے جاذبیت پیدا کی گئی تاکہ شرکاء ذوق و شوق سے شریک رہیں۔ اس پروگرام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ناظم حلقہ ڈسپلن برقرار رکھنے کے لئے شرکاء کی وقتاً فوقتاً راہنمائی کرتے رہے۔

اس کورس کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شرکاء میں سے ۱۲ افراد باقاعدہ طور پر تنظیم میں شامل ہو گئے اور تقریباً تمام حضرات نے اس نوع کے کورسز کو مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر منعقدہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ (رپورٹ : نائب ناظم حلقہ پنجاب شمالی)

بقیہ : تعلیم و تعلم

وہ چیز ہے جس کا حاصل کرنا حکم الٰہی کے مطابق تعلیم کا منتہائے مقصود ہے' حالانکہ وہ کل مقصود نہیں' بلکہ ایک جزو مقصود تھا۔ اور در حقیقت مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کو جس چیز نے روح دین سے خالی کر کے محض جسم دین اور شکل دین کی تشریح پر مرتکز کر دیا اور بالآخر جس چیز کی بدولت مسلمانوں کی زندگی میں ایک 'رسمی' بے جان ظاہرداری دینداری کی آخری منزل بن کر رہ گئی وہ بڑی حد تک یہی غلط فہمی ہے۔

ملتزم تربیت گاہ

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں

تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر واقع گڑھی شاہو لاہور میں

اتوار ۱۷ ستمبر تا ہفتہ ۲۳ ستمبر

ملتزم تربیت گاہ منعقد ہو رہی ھے

المعلن : ناظم تربیت و دعوت تنظیم اسلامی پاکستان

فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110

ای میل ایڈریس: markaz@tanzeem.org

بقیہ : اداریہ

ہم اگرچہ روس سے تعلقات استوار کرنے کی زبردست حمایت کریں گے لیکن ہمیں دو چیزوں کا خاص طور پر خیال کرنا ہوگا' پہلی یہ کہ پاکستان بنیادی اور نظریاتی طور پر ایک اسلامی ملک ہے لہٰذا اسلامی نظام کی طرف ہماری پیش رفت میں کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہئے۔ دوسرا یہ کہ افغانستان ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اور طالبان کی حکومت اسلامی نظام نافذ کرنے کے حوالے سے دنیا بھر کی تنقید کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ ہمیں روس سے تعلقات بہتر بنانے میں ایسی حکمت عملی اپنانی چاہئے کہ افغانستان سے تعلقات متاثر نہ ہوں۔ روس خود اس وقت افغانستان سے مذاکرات کر رہا ہے۔ لہٰذا افغانستان سے تعلقات کو برادرانہ سطح پر رکھتے ہوئے روس سے بہتر تعلقات قائم کر لینا اگرچہ مشکل تو ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ ہمارے پالیسی ساز اگر دانش اور حکمت سے کام لیں اور لٹھ مار انداز اختیار نہ کریں تو بیک وقت افغانستان اور روس سے تعلقات اچھے بنائے جا سکتے ہیں اس کے لئے مسلسل اور زبردست جدوجہد کی ضرورت ہے ہمیں افغانستان کے حکمرانوں کو بھی قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے اپنے انداز اور طریقہ کار میں وسعت پیدا کریں اور کسی بھی مرحلہ پر اسلام کو بدنام کرنے کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ آخر میں ہماری حکومت سے دست بستہ گزارش ہے کہ آئی ایم ایف سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر معیشت کی بحالی کا جواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ ○○

بقیہ : احوال وطن

خطابات جمعہ اور پبلک جلسوں میں اختلافی باتوں کے تذکرے سے گریز کیا جائے گا اور علمی نوعیت کے اختلافات کو مدرسوں تک محدود کیا جائے گا۔ ان کی کوششوں کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے تھے۔ اگر ہمارے علماء' سیاستدان اور دیگر قومی رہنما ان بنیادوں پر اختلافات کو ختم کرنے کی ٹھان لیں تو قوم کی تفریق ختم ہو سکتی ہے اور مسلم قومیت دوبارہ منصۂ شہود پر آسکتی ہے۔ لیکن اگر سیاستدان اسی طرح ایک دوسرے کی کردار کشی کرتے رہے جس طرح آج پیپلز پارٹی کے لیڈران اور چوہدری برادران ایک دوسرے کی کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارے علماء کرام اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تو اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قومی قائدین کو فہم و فراست عطا فرمائے۔ (آمین)

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.35
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

خوابِ عظمتِ رفتہ

نئے موسم کی خوشبو کا نیا انداز ہے اب کے
گری تھی برق خرمن پر زمانے لد گئے کب کے
نیا اک آشیانہ ہے' جواں ہیں شاد' دل سب کے
بہاریں پھر سے آئیں گی ترانے گائیں گے رب کے

ترے ہی نام لیوا ہیں' زمانے کو دکھا دیں گے
خدائی میں تری شامل خداؤں کو مٹا دیں گے
اگر باطل نے ٹکر لی تو باطل کو جھکا دیں گے
بڑے ہی ظلم ڈھائے ہیں' مزہ اس کو چکھا دیں گے

کرم شامل رہا تیرا تو ہم یہ کام کر دیں گے
ترے محبوب کی سنت کو ہم یاں عام کر دیں گے
زمانہ آئے گا' روشن وطن کا نام کر دیں گے
عمرؔ کفار پر حجت تری اتمام کر دیں گے

بچانے کو ترا قبلہ یہیں سے جائیں گے لشکر
مقدس[1] گھر ترا جا کر یہی چھڑوائیں گے لشکر
فتح دجال پر یا رب یہیں کے پائیں گے لشکر
تری نصرت سے غالب ہو کے واپس آئیں گے لشکر

حرم[2] میں گم ہوں جلووں میں' خدا کا ہے جلال ان میں
ہوا ہوں غوطہ زن' اللہ کا دیکھوں جمال ان میں
عروج امت کا دیکھوں اور مغرب کا زوال ان میں
سنائی دے رہی اب وہ آذانِ بلال ؓ ان میں

عمرؔ کو پھر نظر آتا ہے' خوابِ عظمت رفتہ
کہ مغرب روک ہی سکتا نہیں منزل کا اب رستہ
طلوع مشرق سے ہو گا آفتاب آہستہ آہستہ
شباب امت پہ آئے گا کھلیں گے راز سربستہ

مسلماں لے کے اک کروٹ نئی پھر جاگ جائے گا
ہے باطل[3] بھاگنے والا سو اک دن بھاگ جائے گا
یہی تقدیر مبرم ہے' نیا خورشید آئے گا
اجالے اور نئی خوشیاں جلو میں ساتھ لائے گا

جہاں میں روشنی ہو گی مساوات و اخوت کی
حلاوت بھی ملی ہو گی مروت کی محبت کی
نظام عدل بھی ہو گا گھڑی ہو گی مسرت کی
امامت سے بڑھا دی جائے گی جب شان امت کی

سو اب لازم ہے ہم پر بھی کہ ہم تیار ہو جائیں
بدل ڈالیں ہم اپنے آپ کو بیدار ہو جائیں
امانت کا اٹھانا بار ہے' ہوشیار ہو جائیں
مقابل ہو جب آر ایس ایس' تو ہم تلوار ہو جائیں

الٰہی پھر اکٹھا کر یہاں سب گورے کالوں کو
بنا دے ایک جاں پھر سارے کلمہ پڑھنے والوں کو
میرے 'اللہ' کردے باثر اب میرے نالوں کو
الٹ دے یا الٰہی تو انہی پر اُن کی چالوں کو

اس امت کا الٰہی' پھر جہاں میں بول بالا کر
عروج اس کو عطا ہو' شان پھر اس کی دوبالا کر
گھٹائیں یاس کی چھٹ جائیں خوشیوں کا اجالا کر
فقط اک لفظ "کن" سے معجزہ' کوئی نرالا کر

ترے محبوب کی امت جہاں میں پھر سے چھا جائے
مقام اپنا یہ پھر کھویا ہوا دنیا میں پا جائے
عمرؔ اے کاش یہ تیری صدا اس کو جگا جائے
یہ تیری شاعری اک آگ سی ہر سو لگا جائے

اب اس اجڑے ہوئے گلشن میں پھر سے پھول کھل جائیں
ہوا الفت کی چل جائے' جو دل روٹھے ہیں مل جائیں

(عمرؔ برناوی)

---

[1] بیت المقدس [2] مارچ ۲۰۰۰ء یعنی ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ میں تیسرے حج کی سعادت کے موقع پر [3] ﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (بنی اسرائیل : ۸۱) "اور کہہ دے کہ حق آیا اور باطل چلا گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی جانے والا"۔